2

ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ

زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟

فوری آگاہی کی اشد ضرورت

لا إله إلا الله محمد رسول الله

ابو عبداللہ

زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟

ہمارا عزم

(۱)۔فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے چھٹکارہ ،(۲)۔اخلاص وسچائی کی ترویج، (۳)۔قرآن و سنت کے پختہ دلائل کو بنیاد بنانا،(۴)سلف کے فہم سے استفادہ کرنا،(۵)۔احتیاط اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا،(۶)۔اعتدال پر رہنا(۷)۔ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے:'حق اور سچ کو من وعن واضح کرنا''۔

نوٹ

(۱)۔دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواً ہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے،کوئی بات قرآن وسنت سے عدم مطابقت پر نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو انشاء اللہ ہم فوراً رجوع کریں گے۔اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔(آمین)

(۲)۔خالق اور اسکی مخلوقات میں سے بہترین ہستیاں انبیاء علیہم السلام سے محبت اور ان کی عزت وتوقیر ایمان کی بنیادی شرط ہے۔مزید یہ کہ اہل تقویٰ صالحین کا ادب واحترام بھی ہم پر لازم ہے۔لہٰذا تصانیف میں ہم نے الفاظ کے چناؤ میں ہر ممکن ادب واحترام (Ethics) کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن سوشل میڈیا پر موجود مواد کو آسانی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں ہمارے اس مواد میں کوئی بے ادبی پر مبنی قابل اعتراض الفاظ نظر آئیں،تو وہ یقیناً کسی نے ہماری تحریر میں تحریف کی ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں ہم سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

☆ چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی،لہٰذا الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت۔

ہدایت پانے کی بنیادی شرائط

ہدایت من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کن شرائط وضوابط اور اصولوں کی بنیاد پر کسی کے لئے ہدایت کی گرہ کھولنے یا نہ کھولنے کا فیصلہ کرتا ہے؟ اس ضمن میں دو بنیادی شرائط ہیں اور دو ثانوی:

بنیادی شرائط: (۱)۔ اخلاص وسچائی، اور (۲)۔ طلب وجستجو

ثانوی شرائط: (۱)۔ تمسک بالقرآن، اور (۲)۔ عقل ودانش کا استعمال

مذکورہ دو بنیادی شرائط پوری ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ خود ہی اگلی شرائط کی طرف انسان کو مائل کر دیتا ہے۔ جب تک یہ چار شرائط پوری نہ ہو جائیں، حقیقی ہدایت نصیب ہونے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

(۱)۔ اخلاص وسچائی: شیطان نے ساری انسانیت کو اغوا کر لینے، اچک لینے اور ذریت آدم کی جڑ کاٹ دینے کا دعویٰ کیا ہے، سوائے مخلص لوگوں کے، دیکھئے: (سورہ ص: 82-83)۔

اخلاص کا مطلب ہے کہ مقصد: (i)۔ اللہ کی رضا کا حصول یا (ii)۔ اخروی فلاح یعنی دوزخ کی آگ سے بچنا اور جنت کے حصول کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ اور اخلاص نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقصد:

(i)۔ مقام ومرتبہ اور عزت وشہرت ہو، (ii)۔ دولت ودیگر دنیوی مفادات ہو، اور (iii)۔ اسلام کی فکر کی بجائے اپنے گروہ، مسالک اور فرقوں کی آبیاری اور رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کی بجائے دیگر شخصیات کی پیروی کی فکر ہونا۔ اخلاص کی غیر موجودگی میں ''علم وکاوش'' فائدے کی بجائے، قرآن و سنت کی غلط تاویل وتحریف کے ذریعے مزید ہلاکت وگمراہی کا باعث بنتا ہے۔

(۲)۔ طلب وجستجو: ہدایت صرف اسے ملے گی جو سچائی کیلئے فکر مند ہوگا۔ جس میں سچائی جاننے کی شدید پیاس اور تڑپ ہوگی۔ نہ کہ اسے جو مسلک پرستی اور اکابر پرستی کی زنجیروں میں جکڑا آنکھوں پر پٹی بندھی ہو۔

جیسے ہی یہ دو بنیادی شرائط پوری ہو جائیں گی، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کو اگلی شرائط پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب کر دے گا۔ یعنی پروردگار انسان کو ہدایت کے اصل منبع یعنی قرآن حکیم کی طرف لے آئے گا جس کے بغیر اندھیروں سے نکل کر روشنی کو پانا ممکن نہیں۔ پھر پروردگار چوتھی شرط یعنی: جمود، تعصب، جہالت، بغیر سوچے سمجھے اندھا دھند پیروی اور جامد تقلید..... کی بجائے عقل ودانش کے نورِ بصیرت کی طرف لے آئے گا۔ یوں ان چار شرائط کی تکمیل پر خوش نصیب انسان گمراہی کی زَد سے بچ کر اللہ کے ہدایت والے قانون سے بہرہ مند ہو کر سعادت کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔ اگر خدانخواستہ فرقہ واریت کی بنا پر معاملہ اسکے برعکس ہوا، تو پھر ابلیس اپنے تمام ہتھیاروں (چھ بنیادی اور دیگر بہت سے ثانوی جالوں) کے ذریعے یوں اچک لے گا کہ ہمیں کان و کان خبر تک نہ ہو پائے گی۔ ان حقائق کو دلائل کی بنا پر تفصیل سے جاننے کیلئے دیکھئے ہماری تحریر ''ہدایت''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدالانبياء والمرسلين و على آله وصحبه اجمعين اما بعد!

فی زمانہ مسلمان قرآن حکیم کی تعلیمات سے دور ہونے کی وجہ سے کئی بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہو کر اپنی دنیا و آخرت دونوں کھوٹی کر بیٹھے ہیں۔ان غلط فہمیوں میں سے ایک بہت بڑی غلط فہمی یہ بھی ہے کہ ''عمل کریں نہ کریں نجات کیلئے زبان سے کلمے کا اقرار کر لینا ہی کافی ہے''۔یہ نظریہ ''مرجئیہ وجہمیہ'' کا تھا۔فی زمانہ الا ماشاءاللہ مسلمانوں کی اکثریت کا حال بھی اس سے کم نہیں۔

<u>ہماری تمنا:</u> ہماری تو دعا اور خواہش ہے کہ اللہ سب مسلمانوں کو بخش دے،لیکن اللہ کی بخشش قانون و قواعد کے تحت ہے۔لہٰذا بخشش ونجات کے متعلق اللہ کے قانون کو سمجھ کر پکڑ کے قانون کی زد سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ورنہ اربوں کھربوں سال سے بڑی ابدی زندگی داؤ پر لگ سکتی ہے۔

<u>اللہ کی رحمت:</u> بلاشبہ پروردگار نہایت مہربان ہے۔اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا، مایوس نہیں ہونا۔جب بھی اس کا بندہ احساسِ ندامت سے اس کی طرف پلٹ آئے وہ سارے گناہ معاف کرنے کیلئے تیار ہے۔لیکن اس ضمن میں اسکے قانون کی زَد میں آنے سے بچنا ہے،جسکی وضاحت اس تحریر میں پیش کی گئی ہے۔

نوٹ: اوائل اسلام میں انتہاء پر مبنی دو گروہ:ایک طرف ''خوارج ومعتزلہ'' تھے تو دوسری طرف ''مرجئیہ وجہمیہ'' تھے۔خوارج ومعتزلہ کا نظریہ یہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے،جبکہ مرجئیہ اور جہمیہ کا نظریہ یہ تھا کہ ایمان کیلئے قول واقرار ہی کافی ہے عمل ضروری نہیں اور بے عملی/ گناہوں سے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔فی زمانہ مسلمانوں کی اکثریت اسی بے عملی کی راہ پر گامزن ہے۔جبکہ اہل السنۃ (بالخصوص امام بخاریؒ اور انکے معاصرین) کا نظریہ ان دونوں کے مابین تھا کہ ایمان ''قول وعمل'' کا نام ہے جس میں اعمال کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ

نصِ قرآنی (دیکھئے سورہ انفال، آیت:۲) سے بالکل واضح ہے۔ مزید یہ کہ گناہ سرزد ہوجانے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ قرآن وسنت کی تعلیمات سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ حالات کی رَو میں انسان سے خطا سرزد ہوسکتی ہے جس پر قائم رہنے کی بجائے فوراً تائب ہونا ہوتا ہے۔ لیکن دیدہ دلیری سے دانستہ کبائر کو اختیار کرنا ایمان کے منافی ہے۔ تاہم دنیا میں ایسے کلمہ گو کو بھی کافر قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ اصلاح وتنبیہ کی جائے گی۔ لیکن اسی حالت میں گناہ پر گناہ کی آلودگی میں مبتلا رہ کر فوت ہونے پر بخشش کی خوش فہمی میں مبتلا ہونا دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

نتیجہ؟ عمل کے بغیر خالی کلمے کے اقرار کو نجات کا ضامن سمجھنے کی بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے الا ماشاء اللہ مسلمانوں کی اکثریت بدترین عملی اور اخلاقی گراوٹ کی دلدل میں ڈوب کر اپنی دنیا وآخرت تاریک کر بیٹھے ہیں۔ اخروی انجام تو مرنے کے بعد ہی سامنے آئے گا لیکن دنیا کی زندگی میں نتیجہ یہ ہے کہ: مال وجائیداد میں ظلم وناانصافی، جھوٹ، خیانت، بدعہدی، رزق حرام، رشوت، ناجائز سفارش، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، دھوکہ دہی، دوسروں کے اموال وجائیداد پر قبضہ، ..... حتیٰ کہ شراب نوشی، چوری، ڈاکے، لوٹ مار، بے حیائی و بدکاری کے ساتھ ساتھ قتل و غارت، عبادت گاہوں میں بم دھماکوں نے لوگوں کا زمین پر رہنا مشکل بنا دیا ہے۔ یہ سب کچھ کرکے بھی لوگوں کا یہی خیال ہے کہ چونکہ ہم کلمہ گو ہیں، اسلئے جنت کے وارث ہم ہی ہیں۔!

علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے اس غلط طرزِ عمل کی یوں نشاندہی کی ہے:

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بُت خانہ ہے　　　کس قدر شوریدہ سر ہے شوق بے پروا تیرا

کلمے کے اقرار سے انسان قانوناً تو امت مسلمہ میں شمار ہوجاتا ہے، لیکن کلمے کے یقینی ثمرات کلمے کے تقاضوں کو ملحوظ رکھے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہٰ تو کیا حاصل　　　دل ونگاہ جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مزید فرمایا:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود　　　یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

بہرکیف مذکورہ غلط فہمی کی درج ذیل بنیادی وجوہات ہیں:

(۱)۔قرآن حکیم کی تعلیمات سے دوری، (۲)۔تمام علوم پر قرآن مجید کو کما حقہ حاکم نہ بنانا۔اس ضمن میں تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر "قرآن مجید کی حاکمیت"، (۳)۔تطبیق نہ کرنا: یعنی کسی مسئلہ پر تمام دلائل کو ملحوظ رکھ کر گہرے غور وفکر کی بنا پر متوازن نتیجہ منطبق کرنے کی بجائے کسی ایک آدھی دلیل کی بنا پر حتمی نتیجہ منطبق کر دینا۔کبوتر آنکھیں بند کر کے بلی سے بچ نہیں سکتا۔حقائق سے چشم پوشی کر کے معاصی پر گامزن رہ کر دنیا کے چند دن تو ہم بے جا بخشش کی امید اور غلط خوش فہمی میں مبتلا رہ سکتے ہیں، لیکن اخروی ہلاکت سے نہیں بچ سکتے۔!

عقل وبصیرت کی رُو سے: دلائل میں جانے سے قبل مذکورہ حوالے سے اگر عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو بات بالکل عام فہم ہے کہ: زبان سے کسی بات کا اقرار کرنا لیکن جس چیز کا اقرار کیا گیا ہے نہ اسے سمجھنا، نہ اسے تسلیم کرنا، نہ اس پر عمل کرنا اور جو دعویٰ کیا ہے اس کے تقاضے پورے نہ کرنا...... اس کا کیا مطلب ہوگا......؟ بات کو ماننا یا نہ ماننا.....؟ کسی چیز کو ماننے یا نہ ماننے کی نوبت تو اس وقت آئے گی جب بات کو جانا جائے۔تاہم اس کلمے کا اقرار کر لینے سے قانونی درجے میں تو ہم مسلمان کہلوانے کے حقدار ہو جائیں گے۔لیکن حقیقی اہل ایمان اور نجات یافتہ اس وقت بنیں گے جب کلمے کو جانیں گے، اسکے تقاضے پورے کریں گے، عمل پر آئیں گے، جان، مال اور وقت کی قربانی پر آمادہ ہوں گے، اللہ کے احکامات اسکی حدود کی پاسداری کریں گے۔کلمے کے اقرار کا مطلب اللہ کے قانون کو تسلیم کرنے کا عہد کرنا ہے۔اگر اللہ کے قانون کو ملحوظ ہی نہیں رکھنا تو پھر کس چیز کا عہد کیا گیا ہے؟۔(تفصیل کیلئے دیکھئے سورۃ الحجرات: آیت:14-15)۔

مذکورہ ضمن میں حقیقت سے آگاہی کیلئے قرآن وسنت سے تطبیق کی بنا پر چند دلائل ملاحظہ کریں:

جواز پر دلائل

پہلے وہ دلائل کی نشاندہی کی جاتی ہے، جو مذکورہ غلط فہمی کا سبب بنے ہیں:

(۱)۔ بعض روایات کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کے فرامین کہ: (من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ)۔ ''جس نے کہا ''لا الہ الا اللہ'' وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ یا جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہوا ہو جنت میں داخل ہو گا...... (بخاری، ابوداؤد)

(۲)۔ خلوص کے ساتھ محض ''لاالہٰ الا اللہ'' پڑھنے پر دوزخ کے حرام ہونے کی خوشخبری:

''حضرت محمود بن ربیعؓ روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت عتبان بن مالکؓ کے گھر تشریف آوری کے دوران ابن دخشن (جسکی منافقین کے ساتھ دوستی اور انہی کے ہم رکاب رہنے کی وجہ سے دیگر صحابہؓ نے اسے منافق قرار دیا تھا) کے متعلق خلوص سے (**لاالہٰ الا اللہ**) پڑھنے کی وجہ سے دوزخ کے اس پر حرام ہونے کی خبر دی۔ اور فرمایا: (**ان اللہ قد حرم علی النار من قال لاالہٰ الا اللہ یبتغی بذٰلک وجہ اللہ..**)۔ (جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، اس پر اللہ نے دوزخ کو حرام کر دیا).... ''(بخاری، رقم:425)

(۳)۔ ''سورہ نساء آیت۔48'' کی بنا پر یہ حتمی نتیجہ نکال لیا گیا ہے کہ شرک کے سوا ہر گناہ پر معافی مل جائے گی۔ اسلئے لوگ دیدہ دلیری سے کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

غلط فہمی کا ازالہ

اب مذکورہ حوالے سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کے ازالے کیلئے بطور تطبیق چند دلائل ملاحظہ کریں:

(۱)۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**من مات و ہو یعلم انہ لا الہ الا للہ دخل الجنۃ**))(مسلم، الایمان)

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اس بات کی (حقیقت) جانتا ہو کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

یعنی بوقت وفات جس کلمہ کا اعتبار ہے، یہ وہ کلمہ ہے جو علم و شعور کے ساتھ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ﴾ (سورہ محمد:19)

''پس اے نبی ﷺ! اس بات کی حقیقت جان لو کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ''

اسی آیت کی دلیل پر امام بخاریؒ نے بخاری کتاب العلم میں باقاعدہ باب باندھا ہے:

((العلم قبل القول و العمل)) ''اس بات کا بیان کہ علم وفہم کا مرتبہ قول اور عمل سے پہلے آتا ہے''

پس معلوم ہوا کہ محض کلمہ پڑھنے پر جنت کی نوید والی روایت میں عدم ذکر ہے جس کی وضاحت اس روایت میں آ گئی ہے۔یعنی زبان سے (لا الہٰ الا اللہ محمد الرسول اللہ) اسی وقت صحیح معنوں میں قابل قبول ہوگا جب کلمے کی حقیقت کی سمجھ بھی ہوگی کہ کیا اقرار کیا گیا ہے اور اسکی اپنے عمل سے تصدیق بھی کی جائے۔

(۲)۔رضائے الٰہی کی خاطر کلمہ پڑھنے پر دوزخ کے حرام ہو جانے والی روایت پر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یوں تبصرہ کیا:(واللہ ما اظن رسول اللہ قال ماقلت قط) (بخاری،رقم:1186)

''اللہ کی قسم میرا رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہرگز یہ خیال نہیں کہ آپ ﷺ نے ایسے کلمات فرمائے ہوں گے جو تم نے آپ ﷺ کی طرف منسوب کیے ہیں۔''

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا اعتراض نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ کے فرمان پر نہیں بلکہ حدیث کے ''درایت ومتن'' کے اُصولوں کے تحت روایت میں موجود راویوں پر نبی کریم ﷺ کی طرف بات کی غلط نسبت ہو جانے پر اعتراض ہے۔جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ گنہگار موحدین جہنم میں نہیں جائیں گے۔حالانکہ یہ بات بہت سی آیات اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔(فتح الباری،دمشق،مکتبۃ الغزالی،ج۔۳،ص۔۲۶)

یوں اگر مذکورہ خبر کہ رضائے الٰہی کی خاطر محض کلمہ پڑھ لینے اور (عمل کے بغیر ہی) دوزخ کے حرام ہو جانے کی بات کو درست مان لیا جائے تو قرآن حکیم اور سنت متواترہ کے کبائر کے متعلق اُصولوں کا وجود ہی بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

(۳)۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝﴾

''کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنا کہنے پر کہ وہ ایمان لے آئے، چھوڑ دیا

جائے گا، اوران کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔؟'' (سورہ عنکبوت، آیت:2)

یہاں اس غلط فہمی کا مکمل طور پر ازالہ کردیا گیا ہے کہ محض زبان سے ایمان لانے کا اقرار کر لینے سے بات نہیں بنے گی جب تک انسان کلمے کے تقاضے پورے نہ کرے۔

(۴)۔ اخروی نجات کیلئے قرآن مجید میں دو بنیادی شرائط (ایمان اور عمل) اس کثرت سے بیان ہوئی ہیں کہ اس ضمن میں غلط فہمی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جگہ جگہ فرمایا، جیسا کہ سورۃ العصر میں بھی آیا: ﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾

''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال اختیار کئے۔''

یعنی تخصیص کے ساتھ تکرار سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ نجات یافتہ ہونے کیلئے خالی ایمان کافی نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ پر کاربند ہونا دونوں ضروری ہیں۔ افسوس کہ اسکے باوجود بھی ہمیں اس پر یقین نہیں آتا۔!

(۵)۔ صوم وصلوٰۃ کے باوجود نفاق: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے (۳) اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''

(بخاری ومسلم کتاب الایمان، رقم: 211)

مزید فرمایا کہ ان تین نشانیوں کے ساتھ: (وان صام وصلی و زعم انه مسلم)

''اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے (پھر بھی وہ منافق ہے)۔'' (مسلم، کتاب الایمان، رقم: 213)

(۶)۔ دین اور ایمان کی نفی کا خطرہ: نبی کریم ﷺ نے امانت میں خیانت کرنے والوں کے ایمان کی نفی اور عہد و پیمان کی پاسداری نہ کرنے والوں کے دین کی نفی کے خطرے کی گھنٹی بجائی ہے:

((لادین لمن لا عهد له)). ''اس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد و پیمان کی پاسداری نہیں۔''

((لا یمان لمن لا امان تله)). ''اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری نہیں۔''

(مسند احمد، ابن خزیمہ، سندہ حسن)

بھول چوک تو انسان سے ہوسکتی ہے لیکن بدعہدی اور بددیانتی اگر کسی کی زندگی کا شعار بن گئی ہے، تو پھر اس میں کون سا دین وایمان ہے۔؟

عہد و پیمان: لین دین، تجارت، خرید وفروخت، باہمی میثاقات، نوکری، ملازمت، نکاح وغیرہ میں طے شدہ شرائط وضوابط کو ملحوظ رکھنے اور امانت داری کی پاسداری کے بغیر کوئی گھرانہ، کنبہ قبیلہ اور معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے پروردگار نے عہد و پیمان کی پاسداری اور امانت داری کو اہل ایمان کی بنیادی صفت قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○﴾ (سورۃ المومنون:23: آیت:8)

''وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی حفاظت کرتے ہیں۔''

قاعدہ کلیہ / بنیادی اُصول

ہماری طرح یہود ونصاریٰ کا بھی باطل نظریہ تھا کہ چونکہ ہم انبیاء (علیہم السلام) کی اولاد میں سے ہیں، اللہ کے چہیتے ہیں اسلئے اول تو ہم دوزخ میں جا ہی نہیں سکتے اور اگر بالفرضِ محال چلے بھی گئے تو چند دن کے بعد وہاں سے نکال لئے جائیں گے۔ لیکن پروردگار نے انکے اس غلط زعم کی یوں تردید کی:

﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○﴾ (سورۃ البقرہ:: آیت:80-82)

''یہ لوگ کہتے ہیں ہمیں نہیں چھوئے گی آگ مگر چند دن۔ ان سے پوچھو کہ تمھارے پاس اللہ کا کوئی عہد ہے؟ اللہ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں کرتا۔ بلکہ تم اللہ کے بارے میں وہ باتیں کہتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔ کیوں نہیں جس کسی نے بھی برائی کھٹی اور اس بُرائی

نے اس کا احاطہ کرلیا تو وہ دوزخی ہیں رہیں گے اس میں ہمیشہ ہمیش۔اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال اختیار کیئے، وہ جنتی ہیں جو جنت میں رہیں گے ہمیشہ ہمیش۔''

ضروری نوٹ: یہ آیت کبائر کے ضمن میں قاعدہ کلیہ(Universal Law)اور بنیادی اُصول ہے لیکن الا ماشاء اللہ ہمارے نظریات اللہ کے قانون کے برعکس بن چکے ہیں۔اسلیئے اس قسم کی درجنوں قرآن کی آیات کو انکے اصل مطلوب سے ہٹانے کیلیئے ایک تو انکی غلط تاویل کی جاتی ہے اور دوسرا یہ موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ ان آیات کو بلا تاویل من وعن ماننے پر معتزلہ اور خوارج کے موقف کی تائید ہوتی ہے جبکہ اہل السنۃ نے یہ موقف نہیں اپنایا۔اور مزید یہ کہ اس قسم کے نظریات اجماع کے خلاف ہیں۔خوارج کا موقف کیا تھا وہ ہم انشاءاللہ کتاب کے آخر پر بیان کریں گے،لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ بروز قیامت اللہ کے صراحت پر مبنی احکام کے برعکس نظریات رکھنے پر اللہ کی بارگاہ میں یہ بات کرنے کی کوئی جرئت کر سکے گا کہ اُس نے انہیں اسلیئے من وعن نہیں مانا کہ وہ انکے گروہ کے نظریات سے موافقت نہ رکھتے تھے....؟۔دوسری بات یہ ہے کہ اہل السنۃ کی آڑ میں قلب وذہن سے متصادم آیات واحادیث کو معتزلہ وخوارج کے کھاتے میں ڈال کر انکی غلط تاویل کرنا بھی محض ایک دھوکہ ہی ہے۔اسی طرح اجماع کا دعویٰ بھی بالکل غلط ہے۔اجماع کا دعویٰ کرنا تو بہت آسان ہے لیکن اسے ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن کی نص کے خلاف درجنوں آیات کے ہوتے ہوئے ان کے خلاف اجماع ہوجائے۔ابھی ہم مذکورہ آیت سمیت دیگر اس موضوع پر آنے والی متعدد آیات پر اہل السنۃ کے مفسرین کی رائے بھی پیش کریں گے جنہوں نے حق بات تسلیم کی ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ کی حقیقی ترجمانی ڈاکٹر اسرار صاحبؒ نے یوں کی ہے:

''ابدی حقائق(Universal Truth) کی(یہ)عظیم ترین آیت ہے۔(جس کے مطابق)جس نے جان بوجھ کر ایک بڑا گناہ کمایا اور اسکی خطا نے اسکا گھیراؤ کرلیا۔یعنی ایک ہی گناہ ہے،سود کھارہا ہے،باقی نماز ہے،تہجد ہے،یہ ہے،وہ ہے۔لیکن اس ایک گناہ کی برائی بھی اسکے گرد اتنی چھا جائے گی کہ پھر اسکی ساری نیکیاں ختم ہوکر رہ جائیں گی،ایک گناہ.....یعنی اسکی برائی اتنی اس کے اوپر چھا جائے کہ ایمان کا کوئی اثر باقی نہ

رہے۔علماء کا اُصول ہے کہ گناہ کفر کی ڈاک ہے،ہوتے ہوتے گناہ پر مداومت، مداومت، مداومت..... اُسے پتا بھی نہیں ہوتا، وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے (لیکن) اندر سے ایمان ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ دیمک کی طرح دروازے کی چوکھٹ کھائی گئی (جبکہ باہر سے دِکھنے میں صحیح سلامت ہے).... یہ آگ والے ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے قاعدہ کلیہ قرآن کا قطعی اور ابدی فیصلہ۔'' (بیان القرآن)

یہ اصل بات ہے سمجھنے والی کہ گناہوں میں لت پت ہو کر زندگی بسر وہی کر سکتا ہے جس کا ضمیر، جس کا ایمان مر چکا ہو۔ ورنہ ایمان تو ایک زندہ حقیقت ہے جو معاصی پر ندامت اور ملامت کے ذریعے انسان کو گناہوں کی ہلاکت سے بچاتا ہے۔ کلمے کا دعویٰ اللہ کے قانون کو ماننے کا دعویٰ ہے نہ کہ اللہ کی نافرمانی پر گامزن ہونے کا؟ اگر اس ایک آیت کریمہ کو من وعن مان لیا جاتا اور اسکی غلط تاویلات نہ کی جاتیں تو ہماری دنیا و آخرت دونوں بچ جاتیں۔ لیکن افسوس کہ ہم نے قرآن کے مطابق اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی بجائے، قرآن کو ہی تبدیل کر دیا، بقول علامہ اقبالؒ:

ہوئے کس قدر بے توفیق پاسبانِ حرم　　　خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر　　　تاویل سے بنا سکتے ہیں قرآن کو پازند

پازند: پارسی مذہب کی کتاب

دیگر مفسرین میں سے حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر میں مذکورہ آیت کریمہ پر دونوں قسم کے اقوال (یعنی اس آیت کے قانون کے مطابق اور نا مطابق) نقل کئے ہیں لیکن اسی موضوع پر آنے والی درج ذیل آیت کی بلا تاویل من وعن تفسیر بیان کی ہے، ورثت ہڑپ کرنے والوں کی بابت فرمایا:

﴿وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا فِیۡہَا ۪ وَ لَہٗ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ۝﴾ (النساء:4:آیت:14)

''اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے (جیسے وراثت ہڑپ کرنا) اور اسکی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کرے اسے وہ (اللہ) ڈال دے گا جہنم میں، جس میں وہ رہے گا ہمیشہ ہمیش اور ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔''

اکثر مفسرین نے تو اپنے باطل نظریات کی آبیاری کیلئے، اس واضح حکم کی بھی کئی باطل توجیہات نکال لی ہیں، حالانکہ یہاں مکمل صراحت سے بات اس قدر واضح ہے کہ تاویل کی گنجائش نہیں۔ تاہم کچھ لوگوں نے حق کو تسلیم کرنے کی ہمت بھی کی ہے، لہٰذا اس آیت کے تحت حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اسکی مقرر کی ہوئی حدوں سے آگے نکل جائے، اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ ایسوں کیلئے اہانت کرنے والا عذاب ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

اس آیت کے تحت مولانا مودودی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہ ایک بڑی خوفناک آیت ہے جس میں ان لوگوں کو ہمیشگی کے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانونِ وراثت کو تبدیل کریں یا ان دوسری قانونی حدوں کو توڑ دیں جو خدا نے اپنی کتاب میں واضح طور پر مقرر کردی ہیں۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ اس قدر سخت وعید کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں نے بالکل یہودیوں کی سی جسارت کے ساتھ خدا کے قانون کو بدلا اور اسکی حدوں کو توڑا۔'' (تفہیم القرآن)

یہاں مولانا صاحبؒ نے اس ابدی عذاب کا اطلاق قانونِ وراثت کو بدلنے اور اللہ کی حدوں کو توڑنے یعنی حق وراثت کو ہڑپ کرنے پر کیا ہے۔

مذکورہ قانون درج ذیل روایت سے بھی واضح ہو جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن (یعنی صاحب ایمان) نہیں ہوتا، شراب پینے والا جب شراب نوشی کرتا ہے تو وہ صاحب ایمان نہیں رہتا، اور جو چور جس وقت چوری کرتا ہے، اس وقت مومن نہیں ہوتا۔ اور لُوٹنے والا جب کوئی ایسی چیز لُوٹتا ہے جس کی طرف لوگ آنکھ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔'' (بخاری، رقم:2475)

معلوم ہوا کہ اگر تو کوئی گناہ کے بعد اصلاح کر کے، پلٹ آتا ہے تو وہ تو ایمان پر واپس آجائے گا۔ لیکن جس نے دیدہ دلیری سے کسی بڑے گناہ کو اختیار کرلیا ہو اور اس پر ندامت بھی نہ ہو تو وہ حالت

ایمان پر کیسے رہ سکتا ہے؟

نـــوٹ: ''ہم کسی بھی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے، قانوناً سب کو امت مسلمہ میں شمار کرتے ہیں۔ تاہم آخرت کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ ہمارا مقصد قرآن وسنت سے اللہ کے قانون کو واضح کرنا ہے، تاکہ ہماری دنیا اور ابدی اخروی زندگی بچ سکے۔''

کبائر کی بابت مذکورہ قانون کی مزید وضاحت کیلئے ایک درج ذیل آیت کریمہ پر غور فرمائیں:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوۡلِيَآءَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ وَ مَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ٥﴾ (المائدہ:5:51)

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو (دلی) دوست نہ بناؤ۔ یہ تو دوست ہیں آپس میں ایک دوسرے کے۔ تم میں سے جو کوئی بھی ان میں سے کسی سے (دلی) دوستی کرے گا تو وہ بلاشبہ انہیں میں سے شمار ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔''

اگر کسی نے غلط روش سے تائب ہونا ہو تو یہاں بھی سب وسوسے کاٹ دیئے گئے ہیں۔ یعنی کلمہ اور عمل کی موجودگی میں صرف ایک غلط روش (یہود و نصاریٰ سے دلی دوستی) پر اسلام کی بجائے کفار کے مذہب میں شامل ہونا قرار دیا گیا اور ساتھ ہی ظالم قرار دے کر ہدایت سے دور کر دینے کی بھی وعید سنائی گئی ہے۔

یہی اصول سورہ نسا (آیت:۱۴۰) اور سورہ توبہ (آیت:۶۵۔۶۶) میں بھی بیان ہوا ہے جس کے تحت ایمان کی موجودگی (یعنی کلمے کے اقرار) کے باوجود دینی شعائر کے ساتھ استہزاء یعنی اللہ، اسکے رسولوں، اللہ کی آیات، صحابہؓ..... کا مذاق اڑانے کا مرتکب ہونے یا ایسی محافل میں شرکت کرنے یا ایسی باتوں کی تائید کرنے پر خالق نے ایمان کی نفی کر دی ہے اور درج ذیل الفاظ میں وعید نازل فرمائی ہے:

﴿اِنَّكُمۡ اِذًا مِّثۡلُهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَ الۡكٰفِرِيۡنَ فِىۡ جَهَنَّمَ جَمِيۡعَا٥﴾ (نساء:140)

’’یقیناً تم بھی اگر ایسا کرو گے تو انہیں میں شامل ہو جاؤ گے، یقیناً اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔‘‘

﴿لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ﴾ (سورہ توبہ:66)

’’عذر مت پیش کرو، اب یقیناً تم کافر ہو چکے ہو ایمان لانے کے بعد۔‘‘

یہاں بھی قرآن کا اسلوب اتنا واضح ہے کہ کسی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ کلمہ کوئی مذاق نہیں بلکہ ایک انتہائی سنجیدہ ایکٹ ہے جس کے تقاضے پورے کئے بغیر نجات کی امید رکھنا محض خام خیالی ہے۔!

کبائر کے متعلق مذکورہ موضوع قرآن حکیم میں درج ذیل مزید آیات کے تحت بیان کیا گیا ہے:

(سورہ نساء ، آیت:18,17 اور سورہ طٰہٰ: آیت:82 ، سورۃ المدثر، آیت:42-48، سورۃ الفرقان:68-69)

طوالت سے بچنے کیلئے انہیں چند آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت (80-82) کو کس کس طرح غلط تاویلات کے ذریعے اصل معنی سے ہٹایا گیا ہے، اسکی تفصیل سمیت دیگر ذکر کردہ آیات پر اہل السنۃ کے مفسرین کی رائے کیلئے دیکھئے ہماری تحریر (امت مسلمہ کا اخلاقی زوال)۔

احادیث سے رہنمائی

دیدہ دلیری سے کبائر میں لت پت بے خوف زندگی بسر کرنے اور بغیر توبہ واصلاح فوت ہونے پر ابدی جہنم کے قرآنی ضابطے کے حوالے سے چند مزید احادیث ملاحظہ کریں:

(۱)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا گیا اور اس نے ان کے معاملے میں خیانت کی اور اسی حالت میں (یعنی بغیر توبہ واصلاح) مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم:7151)

کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ جنت تو صرف کفر اور شرک پر حرام ہوتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ جرم پر حرام کیوں کی گئی ہے...؟

(۲)۔مال وجائیداد میں حق تلفی پر آپ ﷺ نے فرمایا:

’’میں تم میں سے کسی کو بھی قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری لدی ہوئی ہو اور وہ چلا رہی ہو یا اسکی گردن پر گھوڑ الدا ہوا ہو اور وہ چلا رہا ہو اور وہ شخص مجھ سے کہے کہ: ((یا رسول اللہ اغثنی)) اے اللہ کے رسول ﷺ میری مدد فرمایئے ،((فا قول لا املک لک شیئاً، قد ابلغتک)) تو میں کہ دوں گا کہ میں تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتا، میں تو اللہ کا پیغام تم تک پہنچا چکا۔‘‘(صحیح بخاری:3073، مسلم)

(۳)۔ ’’جو شخص وارث کو میراث سے محروم کردے گا تو اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسکو جنت کی میراث سے محروم کردے گا۔‘‘(ابن ماجہ:2703)

یعنی وراثت ہتھیانے والوں کی نہ بخشش ہوگی اور نہ شفاعت۔

(۴)۔ جھوٹی قسم کے ذریعے کسی کا حق غصب کرنے پر جہنم واجب اور جنت کا حرام ہونا:

’’جس نے کسی مسلمان آدمی کا حق قسم کے ذریعے سے قطع کرلیا (ناحق لے لیا) یقیناً اللہ نے اس پر جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام فرمادی۔ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول چاہے وہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔‘‘

(مسلم، الایمان، رقم:137)

جنت حرام ہونے کا مطلب ہے، جنت میں داخلے کا امکان ختم ہوگیا۔

(۵)۔<u>حیا کا نہ ہونا ایمان کے منافی:</u> جہاں ایمان ہوگا وہاں حیا ضرور ہوگی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فان الحیاء من الایمان))(متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الادب، 5070)

’’حیاء ایمان میں سے ہے۔‘‘

مزید یہ کہ حیا کے نہ ہونے کو ایمان کے منافی قرار دیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اذالم تستح فاصنع ما شئت))(بخاری: باب حیاوشرم)

’’جب حیا نہ رہی تو پھر جو چاہو کرو۔‘‘

اس بات کی کیا غلط تاویل کریں گے۔اسے کس طرح اصل معنی سے ہٹا کر اپنے غلط نظریات کی بنا پر لوگوں کی دنیاو آخرت برباد کریں گے؟

بات بالکل واضح ہے کہ اگر کسی نے حیا کو ملحوظ نہیں رکھنا تو اسلام کا پٹہ اس سے اتر گیا، اللہ کے کا غذوں سے نکل گیا اب جو چاہے وہ کرے۔اسی بے حیائی کی روش پر قائم رہ کر مرنے پر کیا کلمہ اس کے کام آئے گا..؟

(٦)۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **((لایدخل الجنة قاطع))** ۔''رشتے قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔(بخاری،رقم::5984،مسلم:18)

یہاں یہ عمومی قانون بیان کردیا گیا ہے کہ رشتے داری کوقطع کرنے والا یعنی جس نے رشتوں کو کاٹنا زندگی کا منشور بنالیا ہو وہ بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔یعنی جنت سے محرومی کی یہ وعید بھی شرک پر نہیں بلکہ محض رشتے داری کاٹنے پر ہے۔

(٧)۔ **((لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر))**(مسلم،الایمان،رقم:91)

''وہ جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''

تکبر سے مراد حق بات کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔کیا اس بات کی یہ تاویل کی جائے گی کہ متکبر جنت میں داخل ہو جائے گا....؟

(٨)۔<u>نسب کی تبدیلی پر جنت حرام</u>: نبی کریم ﷺ نے جانتے بوجھتے دانستہ نسب تبدیل کرنے والے پر جنت حرام فرمادی:

''جس نے اسلام میں اپنے آپ کو کسی اور باپ سے منسوب کیا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اسکا باپ نہیں ہے،تو اس پر جنت حرام ہے۔''(بخاری ومسلم)

مزید یہ کہ اس فعل پر آپ ﷺ نے کفر کی وعیدیں نازل فرمائی:

''جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرتا ہے تو وہ کفر کرتا ہے،اور جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرتا جو اسکی ملکیت میں نہ ہو تو وہ ہم سے نہیں ہے اور اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''(مسند احمد:رقم:21465،سندہ صحیح علیٰ شرط بخاری ومسلم)

(۹)۔ کبائر پر جنت حرام: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

☆ ''والدین کا نافرمان، قمار، احسان جتلانے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (دارمی، رقم:3653، سندہ حسن)

☆ ''جس شخص کی موت اس حالت میں واقع ہوئی کہ وہ شرابی تھا اور اس پر مداومت تھی (یعنی مرتے دم تک شراب پیتا رہا) تو ایسا شخص آخرت میں پاکیزہ شراب ''شراباً طھورا'' سے محروم کر دیا جائے گا (یعنی جنت میں داخل نہ ہوگا)۔'' (ابوداؤد، رقم:3679)

☆ ''ایک دفعہ شراب پینے سے چالیس راتیں، اللہ ناراض رہتا ہے اور اگر اسی حالت (یعنی شراب پر قائم رہا یا توبہ نہ کی) پر مرا تو وہ کفر کی موت مرا۔ اور اگر دوبارہ شراب پی تو اسے اللہ تعالیٰ ''طینۃ الخبال'' یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائے گا۔'' (مسند احمد، رقم:27475، سندہ حسن)

(۱۰)۔ ''جب خیبر والا دن ہوا (یعنی جنگ خیبر ہوئی) تو اصحاب رسول میں سے کچھ آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ فلاں شخص شہید ہے اور فلاں شہید ہے، حتیٰ کہ ایک آدمی کے پاس سے وہ گزرے تو کہا: فلاں بھی شہید ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، میں نے ایک چادر کی وجہ سے، جو اس نے چرائی تھی، اسے جہنم میں دیکھا ہے۔'' (مسلم، الایمان، رقم:114)

(۱۱)۔ ترک نماز پر وعید: نماز کو ترک کر دینے پر سخت وعیدیں نازل کی گئی:

﴿مُنِیۡبِیۡنَ اِلَیۡہِ وَاتَّقُوۡہُ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝﴾

''اسی (اللہ) کی طرف رجوع کئے رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو (تقویٰ و اقامت صلوٰۃ سے گریز کر کے) مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔'' (سورہ روم:31)

قرآن مجید میں تارکِ نماز پر بخشش و شفاعت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے، تفصیل کیلئے دیکھئے (سورۃ المدثر: آیت:۴۲ تا ۴۸)

نبی کریم ﷺ نے بھی اسی بات کی تائید کی، فرمایا:

''آدمی اور شرک یا کفر کے درمیان حد فاصل ترکِ نماز ہے۔'' (صحیح مسلم: رقم:82)

یعنی نماز کو زندگی سے نکال دینے پر مشرکین سے مماثلت دی گئی ہے۔

کبائر کو اختیار کرنے کے قرآنی قانون کی موید اِن درجنوں روایات میں سے کس کس کی غلط تاویل سے ہم اپنے غلط نظریات کو ہوا دے کر لوگوں کی دنیا و آخرت برباد کریں گے.....؟

(۱۲)۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کے حوالے سے درج ذیل روایت کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ سے محبت ہے تو اعمال کا ہونا ضروری نہیں۔ بغیر عملوں کے محض محبت کی بنا پر ہی بیڑا پار ہو جائے گا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روائت کرتے ہیں:

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تو نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((فانک مع من احببت)) یقیناً قیامت کے روز تو اسکے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسلام لانے کے بعد ہمیں جتنی خوشی اس بات سے ہوئی اتنی خوشی کسی اور بات سے نہیں ہوئی۔'' (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ)

اس روایت سے بظاہر تو ایسے ہی لگتا ہے کہ اگر محبت ہے تو اعمال کے بغیر بھی کام بن جائے گا۔ لیکن حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں۔ محبت اور اتباع و عمل سے دوری ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ محبت کا مطلب ہی محبّ سے قلبی لگاؤ اور اسکی منشاء و مرضی کو ملحوظ رکھنا ہے نہ کہ اسکے برعکس چلنا۔ اسی لئے دعویٰ محبت کی تصدیق کیلئے اللہ تعالیٰ نے بنیادی شرط ہی نبی کریم ﷺ کی اتباع رکھی ہے اور بغیر اتباع دعویٰ محبت کو باطل قرار دیا ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ ﴾ (سورہ آل عمران۔ آیت: 31)

''(اے نبی انہیں) فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو''

بلکہ بغیر عمل خالی دعویٰ محبت اور پیروی سے گریز کرنے پر کفر کی وعید نازل فرمائی ہے:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ٥﴾

''اے نبی ﷺ انکو فرماؤ اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا'' (سورہ آل عمران۔آیت:32)

۔مزید یہ کہ باہمی اختلافات میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کے سامنے اپنی سوچ کو سرنگوں کرنے کی بجائے ،اپنی خواہشات، مفادات ،فرقوں، دھڑوں، مسالک کی پیروی پر پروردگار نے قسم کھا کر انسان کے ایمان کی نفی فرما دی ہے، ارشاد ہوا:

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝﴾ (النساء:65)

''تیرے رب کی قسم لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ کے فیصلوں پر دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے سربسر تسلیم کرلیں۔''

نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے: ''جس کو اسکا عمل پیچھے چھوڑ گیا اسکا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکے گا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا)

یعنی فیصلہ نسب یا نسبت اور خالی محبت کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ اعمال کی بنا پر ہوگا۔لہٰذا بغیر تطبیق صرف مذکورہ ایک روایت کو پیش نظر رکھ کر یہ ادھورا نتیجہ نکالنا کہ نجات کیلئے عمل اور اتباع کے بغیر صرف خالی محبت ہی کافی ہے، دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ عمل اور اطاعت سے دوری حقیقت میں محبت کی نفی ہے۔

<u>برعکس روایات:</u> کبائر کو دیدہ دلیری سے دانستہ اختیار کرنے پر ابدی سزا کے حوالے سے بہت سی احادیث آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ مذکورہ حقیقت کے حوالے سے پورے قرآن میں ایک آیت بھی موجود نہیں جس میں اس سے ہٹ کر کوئی اور بات بیان ہوئی ہو۔لیکن پیچھے بیان کردہ روایات کے برعکس کبائر کے ارتکاب پر بخشش پر بھی بہت سی دیگر روایات ہیں، جنہیں قرآن حکیم اور اس مضمون میں پیش کی گئی روایات کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ صحیح نتیجہ اخذ کیا جاسکے۔ان کی تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحریر ''امت مسلمہ کا اخلاقی زوال''۔

بخشش پر بڑا مغالطہ

''سورۃ النساء: آیت۔48'' سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ شرک کے سوا جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔لہٰذا شرک کے علاوہ دیگر کبائر میں ملوث لوگ شفاعت سے چھٹ جائیں گے۔

اس مغالطے کی بڑی وجہ عدمِ تطبیق (یعنی دیگر آیات کی بجائے صرف ایک آدھی آیت کی بنا پر ادھورا نتیجہ نکالنا)،قرآن حکیم کا سطحی نالج اور گہرائی کی بجائے محض الفاظ کے معنی کی بنا پر ادھورا فیصلہ صادر کرنا ہے۔اس ضمن میں پہلی بنیادی سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ شرک کے سوا ہر گناہ معاف کردیا جائے گا۔ بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ(وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ)۔''وہ جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا''یعنی اللہ تعالیٰ جس گناہ کو معاف کیے جانے کے قابل سمجھے گا اسے معاف فرمادے گا۔یہ نہیں فرمایا گیا کہ(وَ يَغْفِرُ مَا غير ذٰلِكَ)۔یعنی وہ شرک کے سوا ہر گناہ کو معاف فرمادے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ کی معافی کی گنجائش تو بلاشبہ اللہ نے رکھی ہے،لیکن یہ معافی بھی اوپن نہیں بلکہ اللہ کے اپنے قواعد وضوابط کے تحت ہے۔قرآن مجید میں تطبیق کی بنا پر دیگر آیات کو بھی ملحوظ رکھا جائے تو درج ذیل کاموں پر ابدی جہنم کا فیصلہ صادر کیا گیا ہے:

(۱)۔کفر پر، (۲)۔شرک پر، (۳)۔کبائر کو دیدہ دلیری سے دانستہ اختیار کرنے اور بغیر توبہ واصلاح مرنے پر۔

ایمان کی موجودگی گناہ پر ملامت اور رکاوٹ کا موجب بنتی ہے۔گناہ پر نادم نہ ہونا ہی درحقیقت ایمان کے خاتمے کی علامت ہے جو گناہوں کو دیدہ دلیری سے اختیار کرنے کا موجب بنتا ہے۔یہ طرزِ عمل نفس وشیطان کی پوجا کی وجہ سے بلاواسطہ(Indirectly)طور پر درحقیقت شرک کی ہی شکل بن جاتا ہے،دیکھئے:

(سورہ جاثیہ: آیت: 23 ،سورہ بقرہ: 80-82،سورہ نساء، آیت: 14، 17, 18 اور سورہ طٰہٰ: آیت: 82،سورۃ المدثر، آیت: 42-48،سورۃ الفرقان: 68-69)

کفر وشرک پر فوت ہونے پر ابدی جہنم پر تو مسلمانوں کو کوئی شک نہیں ،لیکن کبائر کو دیدہ دلیری سے دانستہ اختیار کر کے بغیر توبہ واصلاح فوت ہونے پر بخشش وشفاعت کی بہت بڑی غلط فہمی لگ چکی ہے جو ہماری دنیا وآخرت کی ذلت کی اصل وجہ ہے۔جسے قرآن وسنت کی روشنی میں اس تحریر میں واضح کردیا گیا ہے۔اس ضمن میں بہت سی احادیث پیش کی گئی ہیں جن میں کفراور شرک کے علاوہ دیگر کبائر کو دیدہ دلیری سے اختیار کر لینے (جو کہ درحقیقت شرک کی ہی شکل اختیار کر لیتا ہے)اور بغیر توبہ واصلاح فوت ہونے پر بروز قیامت معافی کا دروازہ بند کردیا گیا ہے۔جیسا کہ بخاری شریف، حدیث نمبر:۵۹۸۴ کے تحت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ **"لایدخل الجنة قاطع"** ۔''رشتے قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔یعنی جنت سے محرومی کی یہ وعید بھی شرک پر نہیں بلکہ رشتے کاٹنے پر ہے۔اسی طرح حکمرانوں کا خیانت کرنے اوراسی حالت یعنی خیانت پر ہی مرجانے پر جنت کا حرام ہوجانا۔(صحیح بخاری،رقم:7151)۔ جھوٹی قسم کے ذریعے کسی کا حق غصب کرنے پر جہنم واجب اور جنت کا حرام ہوجانا (مسلم،الایمان:137)..............وغیرہ۔

باقی یہ بات ٹھیک ہے کہ گناہ کے سرزد ہوجانے پر توبہ کے ذریعے اصلاح کر لی جائے تو معافی مل جاتی ہے۔یا نادانی وجہالت سے ہونے والا گناہ آگے بھی چلا گیا تو بروز قیامت معافی کی امید ہے۔لیکن گناہ کو تادم مرگ اختیار کر لینا ایمان کے منافی اور نفس وشیطان کی عبادت ہے اور یہ طرز عمل درحقیقت شرک کی ہی شکل اختیار کر لیتا ہے دیکھئے (سورہ جاثیہ:آیت:23)۔اس ضمن میں کئی دلائل اس تحریر میں پیش کردیے گئے ہیں اوراسکی تفصیل ہماری کتاب ''امت مسلمہ کا اخلاقی زوال'' میں بیان کی گئی ہے۔

اعمال کا میزان پر تولہ جانا: یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب فیصلہ اعمال کی تول پر ہونا ہے تو نیکیوں کے پلڑے کے بھاری ہونے کا مطلب تو یہی ہے کہ برائیاں بھی نامہ اعمال میں موجود ہوں گی اگرچہ وہ تول میں نیکیوں سے کم ہوں گی۔

اس ضمن میں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ مراد میزان نہیں بلکہ موزون ہے،یعنی ایسے اعمال جن کی اللہ کے ہاں اہمیت،قدروقیمت یعنی وزن ہوگا (فتح القدیر)۔تاہم اگر میزان مرادلیا جائے (جو کہ زیادہ

راجح قول ہے) تو کبائر کی بابت پیچھے بیان کردہ صراحت پر مبنی متعدد آیات کی روشنی میں ہی بات سمجھنی پڑے گی۔یعنی گناہوں والے ہلکے پلڑے میں موجود وہی گناہ ہوں گے جو یا تو ''صغائر'' ہوں گے یا پھر ''جہالت'' کی بنا پر سرزَد ہونے والے کبائر نہ کہ دانستہ طور پر دیدہ دلیری سے تادمِ مرگ اختیار کئے ہوئے گناہ۔بصورتِ دیگر تو (یعنی عدمِ جہالت میں دانستہ طور پر دیدہ دلیری سے اختیار کردہ گناہوں پر بخشش سے تو) قرآن کی صراحت پر مبنی متعدد آیات کا انکار لازم آتا ہے۔

کبائر پر مذکورہ غلط فہمی کی وجہ؟

اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان گنت محکم آیات کی موجودگی میں،وسیع پیمانے پر کبائر میں مداومت پر بخشش کی امید کی اتنی بڑی غلط فہمی کیسے پیدا ہوگئی؟

اسکی بہت سی وجوہات میں سے دو بنیادی وجوہات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے۔

(۱)۔ایمان کی تعریف میں مغالطہ: قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل کی روشنی میں ایمان اور عمل لازم وملزوم ہیں۔عمل کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ایمان کی تین شرائط ہیں:

(i)۔اقرار باللسان: زبان سے اقرار، (ii)۔تصدیق بالقلب: دل سے تصدیق،یعنی محض زبان سے اقرار کی بجائے دل سے بھی تسلیم کرنا،اور (iii)۔والعمل بالجوارح یعنی اعضا سے اعمال بجالانا۔

''مرجیئہ'' فرقہ نے ایمان کو عمل سے جدا کیا تھا۔انکے نزدیک عمل کے بغیر ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اسی حوالے سے امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب بعض اقوال کی وجہ سے احناف بھی بہت متاثر ہوئے ہیں۔لہٰذا، امام بخاریؒ نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی اور مذکورہ تینوں شرائط کو ایمان میں شامل کیا۔

فی زمانہ مسلمان الا ماشاءاللہ عملی طور پر ''مرجئہ'' کے قریب جا چکے ہیں۔ایمان لانے کا مطلب تو اللہ کے قانون کو ماننے کا عہد کرنا ہے لیکن زبان سے ماننے کا اقرار کر کے جس چیز کا اقرار کیا گیا ہے اس سے روگردانی کی راہ پر چل کر ایمان کس کام آئے گا؟ عمل سے ہی ایمان زندہ رہتا ہے۔جبکہ بے عملی سے ایمان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۲)۔اُصول درایت کو ملحوظ نہ رکھنا: دوسری بڑی وجہ،روایت کے متعلق امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ

کے اُصولِ درایت کو روا نہ رکھنا ہے۔ متن و درایت کو خیر آباد کہنے اور محض سند کی بنا پر راویوں کی بنیاد پر بات کو حرف آخر قرار دینے کے نتیجے میں بعض راویوں نے اپنے مقاصد پورے کیے ہیں اور امت مسلمہ کو گناہوں کی دلدل میں دھکیل کر بے جا بخشش کی امید دلائی ہے۔ اس ضمن میں سچے راوی بھی نبی نہیں ہیں، انہیں بھی خطا لگ سکتی ہے، اسلیئے درایت کو دیکھنا ناگزیر ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کا معاملہ ہے، پورے قرآن میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس سے مذکورہ حقیقت کے سوا کوئی دوسری بات موجود ہو۔ لیکن محض سند کی بنا پر ثابت ہونے والی روایات میں دونوں قسم کی روایات موجود ہیں۔ اس ضمن میں تفصیل کیلیئے دیکھیئے ہماری تحریر ’’قرآن مجید کی حاکمیت‘‘۔

معتزلہ اور خوارج کا نقطہ نظر: جو کوئی بھی قرآن وسنت کے کبائر کے متعلق قانون یعنی دیدہ دلیری سے دانستہ طور پر کبیرہ جرائم کو اختیار کرنے کے ضمن میں مذکورہ حقائق واضح کرے، مکار ابلیس اس پر معتزلہ اور خارجی ہونے کا فتویٰ صادر کروانے پر اکساتا ہے، تاکہ امت گناہوں کی دلدل میں ڈوبی رہے اور دنیا و آخرت کی ہلاکت اس کا مقدر بن جائے۔ حالانکہ معتزلہ اور خارجیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ ہی انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جبکہ جو بات قرآن وسنت سے واضح ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ حالات کی رو میں انسان سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے، جس پر اصرار کرنے کی بجائے فوراً پلٹنا ہوتا ہے۔ قرآن کی ابدی جہنم کی وعیدوں کا اطلاق گناہ کو دیدہ دلیری سے اختیار کرنے اور بغیر توبہ و اصلاح کے فوت ہونے پر ہے۔ بہر کیف کلمہ گو کو گناہوں کے باوجود بھی قانوناً ملت اسلامیہ میں ہی شمار کیا جائے گا، آخرت کا فیصلہ اللہ کریں گے جو سچائی کی بنیاد پر ہوگا۔ تاہم وہ علماء مفسرین جنھوں نے کبائر کو دائمی طور پر اختیار کرنے پر قرآن کی درجنوں صریح آیات کی غلط تاویل سے انہیں اصل معنی سے ہٹایا ہے یا امت پر ان آیات کو واضح نہیں کیا، وہ بروز قیامت اللہ کو کیا منہ دکھلائیں گے؟

مزید یہ کہ اہلسنت تو وہی ہوگا جو قرآن اور سنت کی بنیادوں پر قائم رہے۔ قرآن کے واضح احکامات سے ہٹنے والے اہلسنت میں کیسے شمار ہو سکتے ہیں؟ مذکورہ طرز عمل کہ اعمال خواہ کتنے ہی بُرے ہوں، ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا، یہ تو اہلسنت کی بجائے ’’مرجئیہ وجہمیہ‘‘ کا عقیدہ تھا جسکی تردید

امام بخاریؒ نے فرمائی اور عمل کو ایمان کا جزو قرار دیا۔

سابقہ اقوام کی بڑی غلط فہمی!

امت مسلمہ کی طرح بخشش کے متعلق سابقہ اقوام کی بھی یہی بنیادی غلط فہمی تھی جس کی بنا پر وہ اقوام غلط نظریات اور بدعملی پر قائم رہنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، جیسا کہ پروردگار نے واضح کیا:

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَ غَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ o﴾ (سورہ آل عمران:3: آیت:24)

''یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں تو نہیں چھوئے گی آگ مگر گنتی کے چند دن۔ ان کی گھڑی گھڑائی باتوں نے انہیں انکے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔''

جبکہ پروردگار نے انسانیت پر واضح کر دیا کہ جس پر دوزخ کی دفعہ لگ گئی، اسے تو تمام انبیاء علیہم السلام میں سے سب سے افضل پیغمبر ﷺ بھی دوزخ سے نہیں بچائیں گے، ارشاد ہوا:

﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِo﴾ (الزمر۔آیت:19)

''(اے نبی!) اس شخص کو کون بچا سکتا ہے جس پر عذاب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہو، کیا آپ اُسے چھڑا سکتے ہیں جو گر چکا ہو آتش دوزخ میں۔''

اس آیت کے تحت مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''یعنی جس نے اپنے آپ کو خدا کے عذاب کا مستحق بنا لیا ہو اور اللہ نے فیصلہ کر لیا ہو کہ اسے اب سزا دینی ہے۔'' (تفہیم القرآن)

الحمدللہ مذکورہ عالمگیر غلط فہمی جس کی لپیٹ میں الا ماشاء اللہ امت مسلمہ آ چکی ہے، اللہ کی آیات اور فرامینِ رسول ﷺ سے مکمل طور پر واضح کر دی گئی ہے، جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن جس نے نہیں ماننا، اسکا کوئی علاج نہیں۔

مایوس نہیں ہونا

جس کسی میں بھی احساس پیدا ہو جائے اور وہ غلط راہ کو چھوڑ کر اللہ کی طرف پلٹ آئے تو پروردگار نہایت رحیم وکریم ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ اسکے گناہوں کو بخشنے کیلئے آمادہ ہے، بلکہ اسکی توبہ کی نوعیت کے لحاظ سے اسکے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کیلئے بھی تیار ہے، جیسا کہ پروردگار نے اپنی وسیع بخشش ورحمت کا مژدہ یوں سنایا:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝﴾ (سورۃ الفرقان:25:70)

”مگر وہ جو توبہ کرلیں (یعنی گناہ سے پلٹ آئیں) اور ایمان لائیں، اور عمل کریں، عمل صالح، تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدل دے گا، انکے گناہوں کو نیکیوں سے اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔“

یعنی موت سے قبل جتنے بھی گناہ ہوں، وہ دھل جائیں گے، اسلیئے اسی زندگی میں تائب ہونا ہے۔ جہالت کی بنا پر ہونے والے گناہوں پر موت کے بعد بھی اللہ سے معافی کی امید ہے لیکن تا دم مرگ دیدہ دلیری سے کبائر کے ارتکاب کے ساتھ آگے جانے پر معاملہ انتہائی سنگین ہے۔ موت سے قبل سارے گناہوں کی معافی پر ایک اور آیت کریمہ کے درست مفہوم کو سمجھتے ہیں، جس کے غلط مفہوم کی وجہ سے غفلت ولاپرواہی کی راہ اختیار کی جاتی ہے:

﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝﴾ (زمر:53)

”(اے نبی) فرمادیجئے! اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، تو تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، یقیناً اللہ تعالیٰ تو بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔ یقیناً وہ غفور الرحیم ہے۔“

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ:

کچھ کفار جنہوں نے بہت کبیرہ گناہ، قتل بدکاری وغیرہ کا ارتکاب کیا، وہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم بہت زیادہ خطا کار ہیں، کیا ہم ایمان لے آئیں تو کیا ہمارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔؟ جس پر مذکورہ آیت کریمہ اتری۔ (بخاری، تفسیر سورہ زمر)

بات بالکل واضح ہوگئی کہ: گناہوں والی زندگی پر کبھی بھی انسان کو احساس ہوجائے تو اسے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اللہ کی طرف پلٹنا چاہیئے، اللہ بڑا رحیم وکریم ہے، وہ سابقہ سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اسکے بعد بھی کہیں نادانی میں کمی بیشی ہوجائے تو اللہ معاف کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں کہ روزانہ دانستہ گناہ بھی کرتا جائے اور روزانہ توبہ بھی........ یہ توبہ نہیں بلکہ مذاق ہے۔ توبہ کا تو مطلب ہی پلٹنا یعنی گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ اگلی اہم بات یہ ہے کہ، زندگی کے تو ایک سانس کا بھروسہ نہیں، ہمیں کیا گارنٹی ہے کہ کل نصیب ہوگا یا نہیں۔!

اللہ جل جلالہ کی حمد و ثنا اور اسکا کروڑ ہا شکر ہے جس کی توفیق سے یہ اہم مضمون تکمیل کو پہنچا۔ کروڑوں رحمتیں ہوں اللہ جل جلالہ کے پیارے حبیب **سیدنا مُحمد رسولُ الله** ﷺ پر جنہوں نے قرآن کی خالص تعلیمات ہم تک پہنچا کر ابلیس کی ہر چال سے آگاہی فرمائی۔ اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان اولیاء کرام، بزرگان دین پر جنہوں نے کماحقہ توحید ورسالت پر قائم رہ کر دنیا کو آخرت کے تابع کر کے مرغوبات نفس کو لگام ڈالی۔

اس تحریر میں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو، اُسے اللہ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے۔ اس کاوش کا بہترین اجر میرے پیارے والدین بالخصوص پیاری والدہ محترمہ مرحومہ کو عطا فرمائے اور انکی بخشش اور درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔ (آمین)

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ﴾

اللہ جل جلالہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اِس کی ہدایت دی اگر اللہ جل جلالہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔"

((وما توفیقی الاّ باالله))

✿✿✿✿✿

جلدی کریں!

ہماری زندگی اور موت کے مابین ایک غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن اندیشہ ہے کہ یہ دیوار ٹوٹ جائے اور آخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔ اُس وقت کوئی زور، کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔ انسان بالکل بے سہارہ ہو کر اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہو گا۔ قرآنی احکامات سے دور، خود ساختہ سوچ، فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی بنا پر غلط عقائد و افعال پر گامزن، خواہشات کے رسیا، دنیا کی دلفریبیوں میں گم، آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دئے جائیں گے۔ صرف بچے گا وہ جس نے تعلیمات وحی کو من و عن سمجھا اور من و عن تسلیم کرلیا۔ اپنی سوچ، اپنے فرقے، گروہ، اپنے لیڈرز، اکابرین، امام، پیر اور بزرگ حضرات کو حقیقی معنوں میں اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔ جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کو قابو کرتے ہوئے، خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپنا حساب کرلیا ہو گا۔

اسلئے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد از جلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کو بچالیں۔ جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں:

''اور (اَے لوگو!) پیروی کرو اُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔ (اَیسا نہ ہو کہ) پھر تم کہنے لگو کہ ہائے افسوس! اُس غفلت پر جو میں نے اللّٰہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللّٰہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہو جاتا۔ یا (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے اَے کاش! کسی طرح مجھے (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیا جائے تو میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔ (اللّٰہ فرمائے گا:) ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات (قرآن) پہنچ چکی تھیں جنھیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو اِنکار والوں میں ہی رہا۔''

(سورۃ الزمر، آیت: 59 - 55)

حق کی کاوش میں: بطورنمونہ چند علماء حضرات سے ملاقات کی لسٹ

نمبرشمار	عالم کا نام	مکتبۂ فکر	تاریخ
1	پروفیسر ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	95,96,98, 2001
2	مولانا محمد الیاس قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	2000 ۔1999
3	پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب	اہلسنت	2003, 2004
4	پیر محمد زاہد صاحب	اہلسنت (بریلوی)	2006, 2007
5	مفتی محمد علیم الدین صاحب	اہلسنت (بریلوی)	16-12-2006
6	مفتی منیب الرحمٰن صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
7	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	22-03-2007
8	ڈاکٹر اسرار احمد صاحب	اہلسنت (داعی تحریک خلافت)	2007،2008
9	پیر نصیر الدین نصیر صاحب	اہلسنت (بریلوی)	3-08-2007
10	مفتی محمد طیب صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Aug. 2007
11	مولانا جمشید صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	Nov. 2007
12	مفتی انصر باجوہ صاحب	اہلسنت (دیوبندی)	2008
13	انجینئر آصف قادری صاحب	اہلسنت (بریلوی)	25-01-2008
14	مولانا مظہر اللہ غلام قمر سیالوی صاحب	اہلسنت (بریلوی)	Mar. 2008
15	علامہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن حفیظ صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	2008
16	انجینئر عبدالقدوس سلفی صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	2008
17	علامہ حافظ زبیر علی زئی صاحبؒ	اہلسنت (اہلحدیث)	May 2008
18	ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب	اہلسنت (اہلحدیث)	Feb. 2009
19	علامہ ڈاکٹر محمد ادریس زبیر صاحب	اسلام (قرآن وسنت)	2010
20	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب	اہلسنت (جماعت اسلامی)	2011
21	جناب ثاقب اکبر صاحبؒ	اہل تشیع	2012
22	مولانا اسحاق صاحبؒ	اسلام (اتحاد امہ)	2012
23	مولانا ڈاکٹر نور حیات خان صاحب	اہلسنت (جماعت اسلامی)	2015
24	ابو یحییٰ صاحب	اسلام	2017
25	جاوید احمد غامدی صاحب	اسلام	2017

☆ سوشل میڈیا کے ذریعے علماء حضرات سے استفادہ تادم زندگی جاری ہے۔

﴿حق کی کاوش میں: بطورِ نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ﴾

کتاب کا نام	مصنف کا نام	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1۔تفاسیر قرآنی	قریباً ہر مکتبۂ فکر کی	2۔شرح کتب احادیث	مختلف مکاتبِ فکر کی
3۔جاء الحق	مفتی احمد یار خان نعیمیؒ صاحب	4۔شرح صحیح مسلم/تبیان القرآن	غلام رسول سعیدی صاحب
5۔تفہیم البخاری	غلام رسول سعیدی صاحب	6۔جملہ تصانیف	ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ
7۔تلاش حق	نجم مصطفائی صاحب	8۔مزاراتِ اولیاء سے توسل	شاہ تراب الحق قادری صاحب
9۔غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟	مفتی اکمل قادری صاحب	10۔ توحید اور شرک	علامہ سعید احمد کاظمی صاحب
11۔حیات النبی، مسئلہ استغاثہ، الانتباہ للخوارج والحروراء	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	12 ۔بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب
13۔میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی	ابو کلیم محمد صدیق صاحب	14۔توحیدِ خالص	الشیخ ابو محمد بدیع الدین راشدی صاحب
15۔الفتح الربانی، فتوح الغیب	پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ صاحب	16۔جملہ تصانیف	امام محمد غزالیؒ صاحب
17۔کشف المحجوب	سید بن علی عثمان ہجویریؒ صاحب	18۔رسالہ قشیریہ	امام ابو القاسم قشیریؒ صاحب
19۔جملہ تصانیف	واصف علی واصفؒ، اشفاق احمدؒ	20۔جملہ تصانیف	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب
21۔جملہ تصانیف	علامہ پیر سید نصیر الدین نصیرؒ صاحب	22۔شرک کیا ہے؟	محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب
23۔جملہ تصانیف متعلقہ شرک	علمائے عرب	24۔جملہ تصانیف	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب
25۔حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلیؒ صاحب	26۔شرک کے چور دروازے	حافظ محمد محمود الحضری صاحب
27۔کلمہ گو مشرک	ابو الحسن مبشر ربانی صاحب	28۔فضائل اعمال	شیخ زکریا سہارنپوری صاحبؒ
29۔اختلاف اُمت اور صراط مستقیم	مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ	30۔جملہ تصانیف	حافظ زبیر علی زئی صاحب
31۔مکتوبات	حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ	32۔حقیقت التقلید	ابو محمد امین اللہ البشاوری صاحب
33۔حقیقت شرک	مولانا امین احسن اصلاحی صاحب	34۔صراط مستقیم و عقیدہ مسلم	سید سیف الرحمٰن، روشن صاحب
35۔تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزی صاحب	36۔شرک کی حقیقت	نور الحسن شاہ بخاری صاحب
36۔شیعت کا مقدمہ	حسن الامینی صاحب	37۔پھر میں ہدایت پا گیا	ڈاکٹر تجانی سماوی صاحب
38۔المراجعات 39۔آئینِ وہابیت	عبد الحسین شرف الدین موسوی صاحب استاد جعفر سبحانی	40۔پاکستان کے دینی مسالک 41۔امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی	جناب ثاقب اکبر صاحبؒ
42۔سیرۃ النعمان	علامہ شبلی نعمانی صاحبؒ	43۔امام اعظم اور علم الحدیث	مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	ہمارا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیاپرستی اور نفس وشیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آباپرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد ویکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر ونواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد وعورت کیلئے قرآن وسنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا وآخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:159)

ترجمہ: ''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

فی زمانہ مسلمان قرآنِ حکیم کی تعلیمات سے دور ہونے کی وجہ سے کئی بڑی غلط فہمیوں کا شکار ہو کر اپنی دنیا و آخرت دونوں کھوٹی کر بیٹھے ہیں۔ان غلط فہمیوں میں سے ایک بہت بڑی غلط فہمی یہ بھی ہے کہ ''عمل کریں نہ کریں نجات کیلئے زبان سے کلمے کا اقرار کر لینا ہی کافی ہے''۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ الا ماشاء اللہ مسلمانوں کی اکثریت بدترین عملی اور اخلاقی گراوٹ کی دلدل میں ڈوب کر اپنی دنیا و آخرت دونوں تاریک کر بیٹھے ہیں۔ایمان کا مطلب امن پانا اور امن دینا ہے اور کسی پر ایمان لانے سے مراد اسکی تصدیق کرنا، اسکی بات کو ماننا، تسلیم کرنا یا قبول کرنا ہے۔کلمے کے اقرار سے قانوناً تو مسلمان کہلانے کے حق دار ہو جائیں گے، لیکن اسکے ثمرات عمل کے بغیر ممکن نہیں۔کسی بات کے اقرار کی پہلی شرط ہی اس بات کو جاننا ہے۔لیکن جس چیز کا زبان سے اقرار کیا گیا ہو، اسے جانا ہی نہ جائے، انسان کو معلوم ہی نہ ہو کہ اس نے کیا اقرار کیا ہے، تو اس کا تسلیم کرنا کیسے قبول ہوگا؟۔مزید یہ کہ اقرار کر کے اس پر عمل نہ کرنا، اقرار کی گئی بات سے روگردانی کرنا، کیا بات کو ماننا تصور ہوگا یا نا ماننا....؟ اسی لئے ایمان کی تین شرائط بیان کی گئی تھیں یعنی: (۱)۔زبان سے اقرار، (۲)۔دل سے تصدیق اور (۳)۔اپنے اعضا سے اعمال بجالانا۔لیکن فی زمانہ مسلمان ان شرائط کو بھول چکے ہیں۔انہیں حقائق کو واضح کرنا اس تحریر کا بنیادی مقصد ہے۔خود بچیں اور دوسروں کو بچانے کی فکر کریں۔

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

www.khidmat-islam.com
khidmat777@gmail.com

Designed By: عبدالواسع 0307-4122161